چند خوش نصیب لوگ

فاروق الرحمٰن یزدانی
مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين۔

اما بعد:

ہر انسان فطرتی طور پر اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ اس کے کسی بڑی شخصیت کے ساتھ تعلقات قائم ہو جائیں کہ بوقت ضرورت اس کے مال، قوت، اختیارات اور تعلقات سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اگر کسی ایسی شخصیت سے آدمی کی شناسائی ہو جائے تو وہ پھولا نہیں ساتا اور ہر کسی سے اپنے اس تعلق اور واقفیت کو بیان کرتا پھرتا ہے۔ اگر وہ بڑی شخصیت کسی موقعہ پر اس آدمی کے متعلق یہ کہہ دے کہ میں اس کے ساتھ ہوں، اس کا مددگار ہوں، معاون اور حمایتی ہوں تو پھر اس شخص کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ لیکن اس انسانؑ کے مقدر اور نصیب کا کیا کہنا کہ جس کے متعلق عرش عظیم کا رب کہے کہ میں اس کا ساتھی ہوں ان سطور میں اس وقت انہی خوش نصیبوں کا بالاختصار تذکرہ کیا جائے گا کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ ہوں۔

ہر انسان فطرتی طور پر اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ اس کے کسی بڑی شخصیت کے ساتھ تعلقات قائم ہو جائیں کہ بوقت ضرورت اس کے مال، قوت، اختیارات اور تعلقات سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اگر کسی ایسی شخصیت سے آدمی کی شناسائی ہو جائے تو وہ پھولا نہیں ساتا اور ہر کسی سے اپنے اس تعلق اور واقفیت کو بیان کرتا پھرتا ہے۔ اگر وہ بڑی شخصیت کسی موقعہ پر اس آدمی کے متعلق یہ کہہ دے کہ میں اس کے ساتھ ہوں، اس کا مددگار ہوں، معاون اور حمایتی ہوں تو پھر اس شخص کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ لیکن اس انسان کے مقدر اور نصیب کا کیا کہنا کہ جس کے متعلق عرش عظیم کا رب کہے کہ میں اس کا ساتھی ہوں

یوں تو اللہ رب العزت ہر وقت اپنے علم اور قدرت کے لحاظ سے ہر شخص کے ساتھ ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هو الذي خلق السموٰت والارض في ستة ايام ثم استوى على العرش يعلم ما يلج في الارض وما يخرج منها وما ينزل من السماء وما يعرج فيها وهو معكم اين ما كنتم والله بما تعملون بصير (الحديد:۴)

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ وہ جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتا اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں بھی تم ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی معیت کا بیان ہے۔ کہ وہ علم کے لحاظ سے ہر ایک کے ساتھ ہے اسکے اعمال، حرکات وسکنات کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ لیکن جس معیت کا تذکرہ میں اس وقت کرنا چاہتا ہوں اس کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا، ہمدردی، حمایت اور امداد کن لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ کیونکہ جس کا اللہ تعالیٰ حمایتی و مددگار بن

جائے دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی معیت کا ہونا اس کے علم اور قدرت کے لحاظ سے ہے نہ کہ اس کی ذات کے لحاظ سے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشادگرامی ہے:

الرحمن علی العرش استوی (طه:۵)

رحمٰن (اللہ تعالیٰ) عرش پر مستوی ہے۔

آیئے اب کتاب و سنت کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے خوش نصیب ہیں جن حمایت ومعیت کا اللہ تعالیٰ نے خود اعلان فرمایا ہے:

انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں سے بلند مقام عطا فرمایا ہے کہ پوری دنیا مل کر کسی ایک نبی ورسول علیہ السلام کی عظمت کا اندازہ بھی نہیں کرسکتی ہے کیونکہ عزت وشرف کا سب سے بلند مقام اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا فرمایا ہے اس لئے بھی اللہ تعالیٰ کی معیت کے شرف کے سب سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام ہی حقدار ہیں۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیہم السلام جب مدین سے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت صفوراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ مصر کو واپس آرہے تھے تو راستے میں طور کے مقام پر ایک جگہ انہیں روشنی نظر آئی چونکہ سردی کا موسم تھا اور مصر سے گئے ہوئے بھی موسیٰ علیہ السلام کو کافی مدت ہو چکی تھی اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ محترمہ سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں آپ کو تاپنے کیلئے آگ لا دیتا ہوں اور ممکن ہے وہاں کوئی آدمی ہو تو اس سے راستہ بھی معلوم کرلوں گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اس روشنی کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارا رب ہوں اور میں نے تمہیں چن لیا ہے وحی آپ کی طرف کی جانے والی ہے اسے غور سے سنو۔ اس ساری بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ابدی صداقتوں میں یوں بیان فرمایا:

هل اتک حدیث موسی اذ را نارا فقال لاهله امکثوا انی انست نارا لعلی اتیکم منها بقبس او اجد علی النار هدی. فلما اتها نودی یموسی. انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی. وانا اخترتک فاستمع لمایوحی (طه:۱۳-۹)

اسکے بعد موسیٰ علیہ السلام کو پیغام توحید کے ساتھ ساتھ معجزات عطا فرما دیئے اور ساتھ ہی اللہ کریم جل جلالہ نے حکم فرمایا:

اذهب الی فرعون انه طغی

کہ فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہوگیا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی. واجعل لی وزیرا من اهلی. هارون اخی اشدد به ازری. (طه:۲۵-۳۱)

اللہ پاک میرا سینہ کھول دیجئے اور میرے لئے میرا معاملہ (تبلیغ کی ذمہ داری) آسان کر دیجئے اور میری زبان کی گرہ کھول دیجئے تا کہ وہ لوگ میری بات کو سمجھ لیں اور میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر کر کے میری قوت کو مضبوط کر دیجئے۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے جواب میں اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا:

قد اوتیت سؤلک یموسی

اے موسیٰ علیہ السلام جو آپ نے سوال کیا وہ آپ کو عطا کر دیا گیا۔ پھر کچھ احسانات یاد دلانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اذهب انت واخوک بایتی ولا تنیا فی ذکری. اذهبا الی فرعون انه طغی. فقولا له قولا لینا لعله یتذکر او یخشی. قالا ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی.

اے موسیٰ علیہ السلام تم اور تیرا بھائی دونوں میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور میرے ذکر میں کمی نہ کرنا۔ فرعون کے پاس جاؤ بے شک وہ سرکش ہے تو اس سے نرمی سے بات کرنا ہوسکتا ہے کہ وہ نصیحت حاصل کرلے یا ڈر جائے۔ تو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے عرض کیا اللہ پاک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ کہیں ہم پر جلدی کرے یا وہ سرکشی کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لاتخافا اننی معکما اسمع واری

تمہیں ڈرنا نہیں چاہئے کیونکہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا بھی ہوں اور دیکھتا بھی۔

ان آیات بینات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہے۔اور پھر انہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کو اس طرح اپنایا کہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کو رات کے اندھیرے میں لیکر نکلے تو دن کے وقت فرعون بھی اپنی فوج لیکر تعاقب میں نکلا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو بحر قلزم کے کنارے جالیا تو قوم یہ منظر دیکھ کر سخت پریشان ہوئی اور کہنے لگی کہ موسیٰ (علیہ السلام) اب تو ہم پکڑے گئے کہ آگے دریا ہے اور پیچھے دشمن کی فوج۔تو اس پریشانی کے عالم میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہی جواب دیا تھا:

قال کلا ان معی ربی سیهدین

کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم پکڑے جائیں کیونکہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔وہ ضرور مجھے کوئی سیدھا راہ دکھادے گا اور پھر واقعی ایسا ہی ہوا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاك الحجر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم.وازلفنا ثم الآخرین ۔ وانجینا موسیٰ ومن معه اجمعین۔ ثم اغرقنا الآخرین۔ ان فی ذالک لاية وماکان اکثرهم مومنین (الشعرآء:۶۷-۶۳)

کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنا عصا دریا میں مارو جب موسیٰ علیہ السلام نے دریا میں اپنا عصا مارا تو ہم نے اس پانی میں سے راستے بنادیئے کہ جن سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سارے کے سارے خیریت سے گزر گئے جبکہ فرعون اور اس کی فوج کو ہم نے اسی پانی کو ملا کر اس میں غرق کردیا۔

اسی طرح ھادی کائنات، سید الرسل، امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے غار ثور میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس وقت فرمایا تھا کہ جب وہ دشمن کو غار کے منہ پر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے متعلق غمزدہ ہوگئے تھے کہ:

لا تحزن ان الله معنا

ابوبکر غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔رسول اللہ ﷺ کے اس یقین کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح عملی جامہ پہنایا کہ غار کے دروازے پر مکڑی نے جالا بن دیا اور کافر غار کے دروازے پر پہنچ جانے کے باوجود رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھ سکے اور یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل ورسوا کردیا اور اپنے پیغمبر محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حفاظت فرمائی۔اللہ کریم نے اس بات کو یوں بیان فرمایا:

فانزل الله سکینته علیه وایده بجنود لم تروها وجعل کلمة الذین کفروا السفلی وکلمة الله هی العلیا والله عزیز حکیم (التوبه:۴۰)

اس آیت مبارکہ سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی معیت، حمایت اور مدد کے اولین حقدار حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی نفوس قدسیہ ہیں۔

مومنین کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

جس طرح اللہ تعالیٰ کی معیت، نصرت و مدد انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معیت، مدد و نصرت انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے والے اور ان کی اطاعت کرنے والے مومنین کیلئے بھی ہے۔جیسا کہ مذکورہ دونوں واقعات سے بھی اظہر من الشمس ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم بنی اسرائیل کی مدد بھی فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی مشرکین مکہ کے شر سے محفوظ فرمایا۔لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ نے مومنین کو بطور خاص بھی ارشاد فرمائی کہ اگر تم مومن بنوگے میرے نبی ورسول کی اطاعت کروگے تو پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔

بنی اسرائیل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولقد اخذالله میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منهم اثنی عشرنقیبا وقال الله انی معکم لئن اقمتم الصلوٰة واتیتم الزکوٰة وآمنتم برسلی وعزرتموهم واقرضتم الله

قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاتکم ولا دخلنکم جنات تجری من تحتها الانہر فمن کفر بعد ذالک منکم فقد ضل سوآء السبیل (المائدہ:۱۲)

کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا اور ان میں سے بارہ سردار مقرر فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے بنی اسرائیل بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو، میرے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور ان کی مدد کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو۔ البتہ میں تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا۔ اور تمہیں ایسے **باغات (جنتوں) میں داخل** کرونگا جن میں نہریں بہتی ہیں۔ لیکن جس نے اس کے بعد کفر کیا تو بے شک وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوگیا۔

اسی طرح امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا:

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ ثم ماتوا وھم کفار فلن یغفر اللہ لھم. فلا تھنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم (محمد:۳۳،۳۵)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرکے) اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ کیونکہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے رستے سے رک گئے۔ پھر وہ کفر کی حالت میں ہی مر گئے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ تم سست نہ ہو اور صلح وسلامتی کی دعوت دیتے رہو تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ ہرگز تمہارے اعمال کا اجر کم نہیں کرے گا۔

عزیز قارئین! ان آیات بینات سے یہ بات واضح ہوئی کہ جو کوئی انبیاء ورسل علیہم السلام پر ایمان لائے گا ان کی اطاعت کریگا۔ ان کی شریعت کو پھیلانے میں ان انبیاء ورسل علیہم السلام سے تعاون کرے گا۔ نماز قائم کرے۔ زکوٰۃ دے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرے۔ کفر سے بچے دین اسلام کو اپنانے اور پھیلانے میں سستی نہ کرے۔ دشمنان اسلام کو برابر دین اسلام کی دعوت دیتا رہیگا تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور اگر کوئی شخص یہ عمل نہیں کرے گا یا اس میں کمزوری دکھائے گا تو اللہ تعالیٰ کی معیت اور مدد ونصرت سے محروم رہ جائے گا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب مسلمان اسلام کے ان سنہری اصولوں پر کاربند تھے تو اللہ تعالیٰ کی مدد ہر وقت شامل حال رہتی تھی کبھی فرشتوں کی صورت میں۔ کبھی ہوائی شکل میں تو کبھی خوف کے ذریعے لیکن جب سے مسلمانوں نے ان اصولوں کو چھوڑا ہے تو ذلت و رسوائی ہی ان کا مقدر بن کر رہ گئی ہے کہ باوجود کروڑوں، اربوں کی تعداد میں ہونے کے، باوجود فوجیں رکھنے اور اسلحہ سے لیس ہونے کے بزدل ہندو اور یہودی و عیسائی سے خوفزدہ ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ نبی کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ پر ایمان میں کمزوری آگئی۔ آپ ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیر لیا۔ نماز اور زکوٰۃ سے کچھ نے تو ویسے ہی جان چھڑالی اور کچھ نے بس رسمی طور پر ہی انہیں اپنایا نہ صرف کہ دین کو پھیلانے میں سستی کی بلکہ دینی شعائر اور دین کو ماننے والوں کے گرد گھیرا تنگ کیا۔ دشمنان اسلام کو دین اسلام کی دعوت دینے کی

جب سے مسلمانوں نے ان اصولوں کو چھوڑا ہے تو ذلت و رسوائی ہی ان کا مقدر بن کر رہ گئی ہے کہ باوجود کروڑوں، اربوں کی تعداد میں ہونے کے، باوجود فوجیں رکھنے اور اسلحہ سے لیس ہونے کے بزدل ہندو اور یہودی و عیسائی سے خوفزدہ ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ نبی کائنات میں الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ پر ایمان میں کمزوری آگئی۔ آپ ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیر لیا

بجائے ان کی رسوم و رواج کو اپنا لیا اور اسلام دشمنی میں ان کے دست و بازو بن گئے نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے محروم ہو گئے۔ میرے مسلمان بھائیو اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معیت ہمیں نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شامل حال ہو اور ہم پھر سے دنیا کی عظیم اور فاتح قوم بن جائیں تو اس کیلئے ہمیں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اصولوں کو پھر سے اپنانا ہوگا اگر ہم ایسا کر لیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد اس طرح آج بھی اتر سکتی ہے جیسا کہ بدر و حنین اور خندق کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔

آج بھی ہو گر براہیم سا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا
فضاء بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

مومنین کی مدد کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور انبیاء کرام پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے مومنین کیلئے اپنی معیت (ساتھ) کا اعلان فرمایا ہے۔ اس طرح جو لوگ مومنین کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اپنی معیت کا شرف بخشا ہے۔

چنانچہ جب کفر و اسلام کا پہلا معرکہ بدر کے مقام پر لڑا گیا اس وقت مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی وہ بھی تہی دست تقریباً غیر مسلح، جبکہ کفار ایک ہزار کا لشکر اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چودہ سالہ نبوت کی محنت اور کمائی بدر کے میدان میں ڈھیر کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کی تو اللہ کریم نے آسمان سے فرشتوں کی فوج مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑنے کیلئے اتار دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جو پیغام دیکر بھیجا اسے قرآن مجید کے حروف میں یوں بیان فرمایا:

اذ یوحی ربک الی الملئکة انی معکم فثبتوا الذین امنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنان (الانفال:۱۲)

جب وحی کی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں تم ثابت قدم رکھو۔ (حوصلہ دو، مضبوط کرو) ان لوگوں کو جو ایمان لائے میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا تم ان کافروں کی گردنوں اور جوڑ جوڑ پر مارو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو جو مسلمانوں کی مدد کیلئے آرہے تھے فرمایا: انی معکم۔ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی بھی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کریگا، اللہ تعالیٰ کی مدد، معیت اور نصرت اس کو نصیب ہوگی۔ دیکھ لیجئے اگر محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ ایک مسلمان عورت کی مدد کیلئے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مدد سے کفر کا سینہ چیرتے ہوئے ملتان کے در و دیوار تک پہنچتا ہے۔ اور ایک ہم ہیں کہ آج اپنی تجوریوں اور پیٹ کی بوریوں کو بھرنے کیلئے زمینی حقائق کا عذر تراش کر مصلحت و عقل اور دانش مندی کا نام دیکر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے جان و مال کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اور مسلمان بہنوں، بیٹیوں کو کفار کے درندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ رہے ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ کی مدد ہم سے کوسوں دور چلی جائیگی۔ ہم اپنی ہی قوم کو دشمن کا نام لیکر نہیں ڈرائیں گے۔ تو اور کیا کریں گے جیسا کہ گذشتہ دنوں وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی نے قوم کو یہ مژدہ سنایا تھا کہ بھارت ہم سے زیادہ طاقتور ہے اور ہم کمزور ہیں لہٰذا اپوزیشن کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں، یہ سب کچھ ہمارے اعمال اور اسلام و مسلمان دشمنی میں پیش کئے جانے والے کردار کا منطقی نتیجہ ہے۔ جو ہم نے افغان بھائیوں کے قتل و غارت میں ادا کیا اور کشمیری مجاہدین اور ان کے معاونین کے خلاف جو ہم جہد مسلسل کر رہے ہیں اس سے نہ صرف کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تائید و حمایت سے محروم ہو جائینگے۔ بلکہ اگر ہمارے لچھن یہی رہے اور ہم نے اپنی روش نہ بدلی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا کسی بھی صورت میں ہم پر برس سکتا ہے (استغفر اللہ، اعاذنا اللہ منہ)

مجاہدین و محسنین کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

جہاد کرنا بہت بڑا نیکی کا عمل ہے جسے ناطق حی پیغمبر ﷺ نے سنام الاسلام، اسلام کی چوٹی قرار

دیا ہے۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں دین اسلام کی ترویج واشاعت اور ترقی و بلندی کی کوشش کرتا ہے تو اس کی یہ کوشش و جدوجہد جہاد ہی کہلائے گی کیونکہ جہاد کا لفظ اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے جو آدمی بھی اپنے ہر قسم کے دنیاوی مفادات سے بالاتر ہوکر خالصۃ اللہ تعالیٰ کی رضاء و خوشنودی کیلئے اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو نیکی فرمایا ہے کیونکہ نیکی انتہادرجہ کے خلوص کا ہی نام ہے جیسا کہ حدیث جبریل علیہ السلام میں حضرت جبریل علیہ السلام کے اس سوال کہ مالاحسان؟ احسان یعنی اخلاص (نیکی) کیا ہے؟ کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك (بخاری ۱۲/۱، کتاب الایمان)

کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کہ جس طرح تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ تصور پیدا نہ ہوسکے تو پھر یہ یقین کرلے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے ظاہر ہے۔ کہ جب انسان کی یہ حالت ہوگی تو اس میں اعلیٰ درجہ کا خلوص ہوگا جو لوگ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے عمل کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کیلئے اپنی معیت کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا:

والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا وان الله لمع المحسنين (العنکبوت:۶۹)

جن لوگوں نے ہمارے لئے (ہمارے راستے میں) کوشش کی البتہ ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

متقین کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

تقویٰ و پرہیز گاری بھی انسان کو انتہائی خلوص سے عمل کرنے کے ساتھ ہی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ہمہ قسم کے صغیرہ یا کبیرہ گناہوں سے بچنا ہی حتیٰ کہ شکوک وشبہات کے کاموں اور چیزوں سے بھی اجتناب کرنا تقویٰ کہلاتا ہے۔ چونکہ متقی انسان بھی اپنی تمام تر خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے قربان کردیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ شرف بخشا ہے۔ کہ اسے اپنی معیت نصیب فرمائی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان عدة الشهور عندالله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموت والارض منها اربعة حرم۔ ذالك الدين القيم فلا تظلموا فيهن انفسكم وقاتلوا المشركين كآفة كما يقاتلونكم كافة واعلموا ان الله مع المتقين۔ (التوبہ:۳۶)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے اکٹھے ہوکر لڑائی کرو۔ جیسا کہ وہ اکٹھے ہوکر (مل کر) تم سے لڑتے ہیں۔ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقی پرہیزگار لوگوں کے ساتھ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

يايها الذين آمنوا قاتلوا الذين يلونكم من الكفار وليجدوا فيكم غلظة واعلموا ان الله مع المتقين۔ (التوبة:۱۲۳)

اے ایمان والو کافروں میں سے جو تمہارے قریب (آس پاس) ہیں ان سے لڑو اور انہیں تمہاری سختی وبہادری معلوم ہونی چاہئے۔ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے:

الشهر الحرام بالشهر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم واتقوا الله واعلموا ان الله مع المتقين (البقرہ:۱۹۶)

حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے میں ہے اور حرمتوں کا بدلہ ہے تو جو شخص تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی زیادتی کرو جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقین، پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

ان آیات بینات میں متقین کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت (مدد) کا شرف حاصل ہونا واضح طور پر بیان ہورہا ہے۔

صبر کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

اسلام میں صبر کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اس لئے کہ صبر ایک بہت مشکل امر ہے البتہ جو اس کو اپنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں اور پھر اس شخص کیلئے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہوتا۔ صبر کے تین معانی بیان کئے جاتے ہیں:

۱۔ نیکی کرنا۔ ۲۔ گناہ سے بچنا۔ ۳۔ کوئی مصیبت آئے تو خندہ پیشانی اور ثابت قدمی سے اس کو برداشت کرنا۔

کیونکہ جب آدمی کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو اس کیلئے اسے اپنی خواہشات کو قربان کرنے کے ساتھ ساتھ بعض اوقات مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے۔ اور گناہ سے بچنے کیلئے بھی یہی معاملہ کارفرما ہوتا ہے۔ اور پھر کبھی نیکی کرنے یا گناہ سے بچنے کی وجہ سے کوئی مصیبت آجاتی ہے تو وہ شخص مصیبت تکلیف، اور پریشانی کی وجہ سے نیکی کرنا نہیں چھوڑتا۔ اور نہ ہی وہ گناہ کرنا شروع کردیتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ تکلیف اور مصیبت کو اللہ تعالیٰ کی رضاء کیلئے برداشت کرلیتا ہے۔ عام طور پر صبر کا یہی معنی ومفہوم لیا جاتا ہے۔ بہرحال صبر کرنا بہت بڑا نیکی کا عمل ہے۔ جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کیلئے خصوصی طور پر اپنی معیت کا اظہار فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

یاایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ ان اللہ مع الصابرین (البقرہ:۱۵۳)

اے ایمان والو مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ یعنی جب بھی کوئی مصیبت آجائے تو ایمان پر ثابت قدم رہو اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مصیبت اور مشکل کے ٹلنے کا سوال کرو۔ جو شخص ایسا کریگا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائیں گے اور اس مصیبت کے خلاف اپنے اس بندے کا ساتھ دیں گے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ شخص مصائب و مشکلات پر قابو پالے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں سے ہی ایک گروہ نے اس وقت کے اپنے نبی (حضرت شمویل علیہ السلام) سے مطالبہ کردیا کہ ہمارا کوئی سربراہ، سردار، کمانڈر، اور چیف آف آرمی سٹاف مقرر کردیں کہ جس کی سربراہی میں ہم جہاد کریں۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ اور سردار مقرر کردیا ہے۔ تو پہلے تو انہوں نے لغو قسم کے کئی اعتراض کئے کہ اس کے پاس مال و دولت نہیں ہے اس لئے وہ ہمارا سردار کیسے ہوسکتا ہے۔ لیکن جب یہ فیصلہ تبدیل نہ ہوا تو ایک موقعہ پر جب حضرت طالوت اپنی قوم کو لیکر جالوت کافر کی فوج سے جہاد اور لڑائی کے نکلے تو اس وقت بعض لوگوں نے یہ بات کہی:

لاطاقۃ لنا الیوم بجالوت وجنودہ

کہ ہم تو جالوت اور اس کی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو جو لوگ مخلص تھے انہوں نے جو جواب دیا اللہ کریم نے اسے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

قال الذین یظنون انہم ملقوا اللہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابرین (البقرۃ:۲۴۹)

اگر ہم بھی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ساتھی بن جائے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہو جائے تو ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین پر ایمان لائیں رسول اللہ ﷺ کی دل و جان سے اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ اور دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور سربلندی کیلئے اپنا تن من دھن قربان کردیں اور دین اسلام اور اسے اپنانے والے مسلمانوں کی مدد اور ان سے تعاون کرنے کو اپنا فرض سمجھیں۔ کفار سے دوستی کی بجائے انہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اللہ ﷺ دین اسلام اور اپنا دشمن سمجھیں اور اگر وہ مسلمانوں سے جنگ کریں تو پھر ہم بھی تمام تر وسائل کے ساتھ کفار کا میدان قتال و جہاد میں مقابلہ کریں

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات (قیامت کے قائم ہونے) کا یقین تھا انہوں نے کہا (تمہیں گھبرانا نہیں چاہئے کیونکہ) کتنی ہی تھوڑی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم (مدد) سے بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں اور اللہ تعالیٰ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور پھر جب وہ کفار کے مقابلہ میں نکلے تو انہوں نے یہ دعا کی:

ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین (البقرہ:۲۵۰)

اے اللہ ہمیں صبر کی توفیق فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ۔ اور کفار کے خلاف ہماری مدد فرما جب ان لوگوں نے صبر کا اس قدر مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے معیت والے وعدے کو یوں پورا کیا کہ ان مٹھی بھر صابرین کو کافروں کے بہت بڑے لشکر پر فتح عطا فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فھزموھم باذن اللہ وقتل داؤد جالوت واتہ اللہ الملک والحکمۃ وعلّمہ مما یشآء (البقرہ:۲۵۱)

تو ان صبر کرنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کفار کو شکست دی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے (کافروں کے کمانڈر) جالوت کو قتل کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو بادشاہی اور حکمت (نبوت) عطا فرمائی اور جو چاہا انہیں علم سکھایا۔

ان آیات بینات سے اللہ تعالیٰ کے وعدے کی صداقت بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کیلئے اپنی معیت کا اعلان فرمایا تو پھر اس وعدے کو پورا بھی کر دکھایا۔ تاکہ لوگوں کو یقین آ جائے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت، مدد، نصرت و حمایت حاصل کرنے کیلئے صبر جیسا عزیمت کا عمل اختیار کرنا چاہئے۔

عزیز قارئین:

گذشتہ ساری بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں کہ جن کا اللہ تعالیٰ ساتھی ہے اور جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد، نصرت اور حمایت کا بطور خاص وعدہ فرمایا ہے۔ اگر ہم بھی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ساتھی بن جائے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہو جائے تو ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین پر ایمان لائیں رسول اللہ ﷺ کی دل و جان سے اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ اور دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور سربلندی کیلئے اپنا تن من دھن قربان کر دیں اور دین اسلام اور اسے اپنانے والے مسلمانوں کی مدد اور ان سے تعاون کرنے کو اپنا فرض سمجھیں۔ کفار سے دوستی کی بجائے انہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اللہ ﷺ دین اسلام اور اپنا دشمن سمجھیں اور اگر وہ مسلمانوں سے جنگ کریں تو پھر ہم بھی تمام تر وسائل کے ساتھ کفار کا میدان قتال و جہاد میں مقابلہ کریں۔ نماز کی پابندی کریں زکوٰۃ ادا کریں، اپنا مال، وقت اور جان حتیٰ کہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریں۔

اپنے اندر تقویٰ و پرہیزگاری پیدا کریں ہر قسم کے گناہوں سے بچیں حتیٰ کہ شکوک و شبہات کی آلودگی سے بھی اپنے دامن کو بچائیں۔ اور اگر کبھی مشکل حالات پیدا ہو جائیں جیسا کہ آجکل ہیں کہ ساری دنیا کا کفر مل کر اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کیلئے کمر ہمت باندھ چکا ہے۔ مگر افسوس کہ مسلم حکمران نہ صرف یہ کہ خواب غفلت میں پڑے ہیں بلکہ کفار کی چاپلوسی میں لگے ہیں۔ تو ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ جب یہ سارے کام ہم کریں گے تو یقینا اللہ تعالیٰ بھی اپنے وعدے کے مطابق ہمارا حامی و مددگار بن جائیگا کہ:

من اصدق من اللہ حدیثا

اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کرنے والا کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ کہ:

ان اللہ لایخلف المیعاد

اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف بھی نہیں کرتا۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلام کو اپنانے میں اور حق کی آواز لوگوں تک پہنچانے میں کمی اور سستی نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان:

واوفو بعھدی اوف بعھدکم

تم میرے وعدے کو پورا کرو تو میں تمہارے وعدے کو پورا کرونگا۔

نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن اے بلبل
تیری ہم کی پستی تیری کوشش کی کوتاہی

اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و انکساری سے دعا اور عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ صفات اور خوبیاں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن کی وجہ سے ایک کمزور نحیف انسان اللہ رب العزت کی معیت کا حقدار بن جاتا ہے آمین ثم آمین

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَ حُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُنَا اِلٰی حُبِّکَ